احوال و کوائف دار العلوم

نئی ذمہ داریاں

نئے تقاضے

طلبہ دار العلوم حقانیہ سے جناب مولانا کوثر نیازی کا خطاب

مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۶۶ء کو لاہور کے جناب مولانا کوثر نیازی (مدیر شہاب لاہور) دار العلوم تشریف لائے۔ دار العلوم میں قیام کے دوران تعلیمی اور انتظامی شعبے اور تعمیراتی کام دیکھ کر بے حد محظوظ و مسرور ہوئے۔ بعد از نماز عصر جامع مسجد دار العلوم کے وسیع صحن میں طلبہ دار العلوم کی طرف سے انہیں سپاسنامہ پیش کیا گیا جس کے جواب میں مولانا موصوف نے ذیل کا خطاب فرمایا جو مولانا کی گہری بصیرت، تجربہ اور دینی و فکری پختگی کا غماز ہے۔ تجدید دین کے نام پر دین میں جدت طرازی کرنے والوں کے بارہ میں مولانا کے ارشادات ایک ایسے آزمودہ کار کے خیالات ہیں جو خود کافی عرصہ صاحب البیت رہا ہے ——— (ادارہ)

مجھے آج دار العلوم میں آنیکا موقع ملا۔ یہ میری بہت بڑی سعادت ہے۔ اور آج میری دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ میں سالہا سال سے آپ کے دار العلوم اور حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی عظیم شخصیت سے متاثر ہوا، اور وہ خدمات جلیلہ جو حضرت مولانا اور یہ ادارہ دین حق کی بجالا رہا ہے، شروع سے اس کا قدردان ہوں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جو زمانہ جارہا ہے، اور جس طرح حالات ہمیں گھیرے ہوئے ہیں۔ اور دین حق کو فتنوں کا جو سامنا ہے۔ ان میں ایسی بزرگ ہستیاں مغتنمات زمانہ میں سے ہیں۔ اور کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ جب یہ لوگ بھی نہ رہیں گے تو ہمارا کیا بنے گا۔ وہ جو شاعر نے کہا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث کا وجود مسعود بھی ان میں سے سمجھتا ہوں کہ ؎

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا ــــ بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کیلئے

میرے بارہ میں جو ذرہ نوازی آپ لوگوں نے فرمائی، بغیر تصنع اور بناوٹ کے کہتا ہوں۔ کہ میرے اندر ان خصوصیات کا سینکڑواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی موجود نہیں۔ علماء ربانیین کا ادنے خادم اور ان کے خاک قدم کو سرمۂ چشم بصیرت اور نجات کا باعث سمجھتا ہوں۔ اگر کوئی متاع اور اندوختہ میرے پاس ہے تو یہی ہے۔ میں کچھ تقریر کا ارادہ نہیں رکھتا۔ آپ اہل علم ہیں۔ میں خود آپ سے

سیکھنے آیا ہوں، بس ایک رشتہ کی بنا پر کہ میں ایک ادنیٰ طالب علم ہوں ـــــ کچھ باتیں جو میں نے جدید حلقوں میں بیٹھ کر اور شہری زندگی میں رہ کر محسوس کی ہیں، عرض کرتا ہوں، خدا کرے کہ آپ حضرات آئندہ زندگی میں اسے ملحوظ خاطر رکھیں ـــــ پہلی بات یہ ہے کہ آپ پر اللہ نے بڑا فضل وکرم کیا ہے۔ آپ اپنے مقام کا شعور کرلیں۔ اکثر علوم دینیہ کے طالب علم احساس کہتری میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ ؎

یارانِ تیزگام نے محمل کو جالیا ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

مقام اور منزلت

ان کا خیال ہوتا ہے کہ دنیا نے ترقی کی شہرت عزت دولت پائی اور ہم ان لوگوں سے فروتر ہیں۔ بحیثیت جماعت اور ادارہ اور آپ کے اس نسبت دینی کے عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ کو احساسِ کہتری میں کبھی مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔ اللہ نے آپ پر اتنا بڑا کرم فرمایا کہ جو علوم اللہ اور رسول صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار اور ہمارے ائمہ سلف کی وراثت ہیں۔ ان کے حصول کا شرف خدا نے آپ کو عطا فرمایا۔ اور آپ کو تخصیص کا درجہ دیا۔ یہ زمانہ جو گذر رہا ہے۔ اس میں ترکِ دنیا کی مذمّت کی ضرورت نہیں۔ کبھی ضرورت تھی جبکہ تقویٰ اور دین کا دور دورہ تھا۔ اور لوگ چاہتے تھے۔ کہ دنیا کے علائق سے الگ ہوکر عبادت کے لئے گوشہ گیر ہوجائیں۔ مگر اب مادیت اور مادہ پرستی کا دور دورہ ہے ـــ یہ ڈیڑھ بالشت پیٹ سارے جہاں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ماضی اور مستقبل کا سارا جائزہ پیٹ کے لئے لیا جارہا ہے۔ روپیہ پیسہ اور عیش وعشرت لوگوں کا منتہائے مقصود بنا ہوا ہے۔ غرض سارے عالم میں فساد اس طلبِ دنیا کے لئے ہے۔ اور یہی وہ رجحان تھا جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ ہر امّت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے۔ اور میری امت کے لئے فتنہ دنیا ہے ـــــ دنیا تو ہر زمانہ میں پُرکشش رہی۔ مگر جو رعنائی، زیبائی، کشش، اس کے اندر اس زمانہ میں پیدا ہوئی وہ پہلے نہیں تھی۔ پہلے زمانہ میں لوگوں کو ان سواریوں کا تصور نہیں تھا، جو آج میسر ہیں۔ ماکولات ومشروبات اسی طرح لباس میں وہ تنوّع اور رنگا رنگی نہیں تھی جو آج کے مادہ پرست دور میں ہے۔ غرض یہ مال جس طرح آج باعثِ آزمائش ہے پہلے نہیں تھا۔ مال ودولت آج کا سب سے بڑا فتنہ ہے اور ترکِ دنیا اور رہبانیت کا خطرہ بہت کم ہے۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ دنیا عزت اور اقتدار لئے جارہی ہے۔ آپ کو اللہ نے دنیا طلبی سے محفوظ رکھا۔ قناعت کا جذبہ اور زندگی عطا فرمائی۔ اپنے اور رسول کریم کے علوم کا وارث بنایا۔ اس سے

بڑی عزت اور کیا ہو سکتی ہے ۔؟ لوگوں کے پاس جو اقتدار ہے وہ زوال پذیر اور پانی کے بلبلہ کی مانند ہے۔ کل جو کرسی پر تھے آج ان کا نام لینا بھی جرم اور داخل دشنام ہو چکا ہے۔ ان کا حکم صرف جسموں پر چلتا ہے۔ دلوں پر نہیں۔ آپ کا حکم اس زمانہ میں بھی جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر چلتا ہے۔ اصل دولت دولت آخرت ہے۔ اور اس دولت کے مقابلہ میں دنیا کی نسبت یہ ہے جیسے کوئی بہتے ہوئے سمندر میں انگلی ڈال دے، اور کچھ تری اس کی انگلی پر لگ جاوے۔ آپ کی مثال تو بحرِ مواج کی مانند ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

——— آپ اس شعور کو تازہ رکھ کر اس دار العلوم سے فارغ ہوں ———

میں نے آج کے مختصر قیام کے دوران جو کچھ دار العلوم میں دیکھا، جو سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا۔ اور میں نے جو جائزہ لیا، اس بناء پر کہتا ہوں کہ مستقبل قریب میں انشاء اللہ یہ دار العلوم پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرے گا، جو برصغیر پاک وہند میں دار العلوم دیوبند کا ہے۔

اس لحاظ سے یہاں سے فارغ ہونے والوں کی ذمہ داری اور بھی نازک ہو گی، جب آپ یہاں سے نکلیں تو آپ کے علم کے ثمرات لوگوں پر منکشف ہونے چاہئیں جس کے لئے اہم اور پہلی بات یہ ہے کہ زمانہ کی نزاکت کا خیال رکھیں۔ یہ زمانہ نازک مسائل کا ہے۔ یہ زمانہ الحاد اور دہریت میں مبتلا ہے۔

زمانہ کی نزاکت کا خیال رکھیں !

وہ نزاعی مسائل جو اصل کی حیثیت نہیں رکھتے، قابلِ التفات نہیں۔ وسیع ماحول کو پیشِ نظر رکھئے۔ آج لوگوں کو خدا، رسالت، ایمان بالغیب، اور آخرت جیسی باتیں سمجھانی ہیں۔ وہ مسائل جو جدید معاشی نظام کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں، غربت اور افلاس، بے چینی اور اضطراب بڑھ رہا ہے۔ لوگ متلاشی ہیں کہ کوئی ایسا مکمل اور صحیح نظام ان کے سامنے رکھ دیا جائے جن میں ان مسائل اور مشکلات کا حل ہو۔ وقت کے پیٹ سے جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ تصویر، بنکنگ، عطیہ خون اور سرجری اور خدا جانے کیا کیا مسائل ہیں، جن کے حل کے لئے ذہنی افق کو وسیع کرنا ہو گا۔

دار العلوم سے نکلنے کے بعد آپ کو ہر طرف سے ایسے فتنوں کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ جو بظاہر بڑی دلآویزی رکھتے ہیں۔ خوبصورت انداز تبلیغ اور بلند بانگ دعاوی ہوں گے۔ قسم قسم کی کتابوں اور رسائل سے آپ کو متاثر کرنا چاہیں گے، ان کی اندازِ گفتگو، چال ڈھال غرض ہر چیز ابتلاء اور آزمائش والی ہو گی۔ مگر اسکی حیثیت اس چونہ گچ قبر کی ہو گی، جس کے اندر کا مردہ کا فر ہو اور باہر سے آرائش وزیبائش کیا گیا ہو میں اپنے

طویل تجربات کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ تمام صلاح فلاح صرف اور صرف سلف صالحین کے اتباع میں ہے۔
اسلام سائنس نہیں کہ ہمیں طرح طرح کی اختراعات اور ایجادات کئے جائیں۔ سائنس کی دنیا میں تو ایسے
دعوے قابلِ تعریف ہیں۔ اور لوگ اس پر واہ واہ کر سکتے ہیں۔ مگر اسلام میں اگر کوئی شخص
کہتا ہے۔ کہ یہ چیز آج میں نے پہلی بار پیش کی، اسلافؒ سے بھی ایسا
کام نہ ہو سکا تھا۔ تو ایسا کہنے والا شخص گمراہ ہے۔ اسلام اتنا قدیم
اور پرانا ہے جس طرح آدم علیہ السلام اور جس طرح یہ چاند یہ سورج
یہ ہوا اور یہ دنیا پرانی ہے۔ اور جس طرح پرانی ہونے کے باوجود یہ
چیزیں آج بھی زندگی کا سرچشمہ ہیں اس طرح اسلام ہزاروں سال کے باوجود آج بھی
ہزاروں جدتوں کا حامل ہے۔ اس کے بارہ میں کسی بلند بانگ دعوے والوں کی طرف ہرگز

دعوائے تجدید اور تجدید دین کے علمبردار

التفات نہ کیجئے۔ بلاشبہ کارِ تجدید و احیائے دین اسلام میں ہوتا رہا ہے۔ اور ہر دور میں مجددین پیدا ہوتے
رہے مگر اس کی حیثیت جدت طرازی کی ہرگز نہ تھی۔ مجددین امت نے پرانی صداقتوں کو نئے اسلوب
اور وقت کے اندازِ بیان میں ڈھال کر پیش کیا مگر جو شخص خود یہ دعویٰ کرے کہ یہ باتیں صدیوں کے بعد پہلی بار
پیش کی جا رہی ہیں۔ تو سمجھئے کہ یہ شخص ملت کی کشتی کو منجدھار کی طرف لے جا رہا ہے۔ بجائے اسے باہر نکالے
اتحادِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنے کیلئے وہ تخرب اور تفرق جس میں حق کو اپنے اندر محدود کر لیا جائے۔
اور یہ کہا جائے کہ اصل اسلام اگر ہے۔ تو ہم ہی میں ہے۔ اور اصل اسلام کا کام تو صرف ہم ہی کر رہے ہیں۔
اور ساری صلاح و فلاح ہم ہی میں محدود ہے۔ اور صالحینِ امت اور مجددینِ امت نے اگر جماعت
اور تنظیم نہیں بنائی تو غلط کیا ——— تو ان لوگوں کا یہ تخرب ملت اور دین کی بربادی کا باعث ہے۔ میں
دعویٰ سے کہتا ہوں کہ پوری تاریخ میں مجدد نے کبھی اقتدار حاصل کرنے کیلئے تنظیم اور جماعت نہیں بنائی۔
یہ لوگ ان سب پر اعتراض کرتے ہیں، کیا ایسا تو نہیں کہ وہ کام جو صالحینِ امت سے کبھی نہ ہو سکا
اس میں دین کی کوئی حکمت مضمر ہو، تاکہ ان کا کام اصلاح کی بجائے فساد کا باعث نہ ہو، اور آج ثابت
ہوا کہ اس طرح کے کام اتحاد کی بجائے ملت میں تخرب اور اصلاح کی بجائے فساد کا باعث ہوئے اور
مسائل سلجھنے کی بجائے اور الجھ گئے۔ ان فتنوں کے علاوہ قادیانیت کا فتنہ بھی پورے زور پر ہے۔
اس کے وسیع ذرائع اور لامحدود وسائل ہیں اور اسکی جڑیں بہت گہری ہو رہی ہیں۔ اس کی سرکوبی اور
ازالہ اور مقابلہ کیلئے بھی آپ لوگوں کو علمی و نظری لحاظ سے مستعد ہونا ہے۔
اسی طرح دیگر زبانوں میں بھی اپنی ہمت اور محنت سے حاصل کیجئے جس میں اسلام

کی تبلیغ کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ تقابلی مطالعہ کیجئے، نئے نظاموں کا نئے مسائل کا اور پھر اسلام سے ان کا حل تلاش کیجئے۔ آپ حضرات کو بڑی محنت اور مشقت اٹھانی ہوگی اور وقت، ماحول، نفسیاتِ انسانی، کو مدِنظر رکھ کر سوچنا ہوگا۔ نیا اسلوب پیش کرنا ہوگا۔ قدیم حلقوں کے علاوہ جدید حلقوں میں بھی دینِ حق کا چرچا کرنا ہوگا ——— اس کے علاوہ علماء حق کا فریضہ ہمیشہ سے حکومتِ وقت کا محاسبہ اور محتسب رہنے کا ہے۔

علماء حق کا فریضۂ احتساب

علماء حق کبھی اقتدار اور دنیاوی وجاہت کے طالب نہیں رہے۔ سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ ہمیں کچھ نہیں چاہیئے۔ لیکن اگر دین میں تحریف اور دجل وتلبیس سے کام لیا گیا تو ہم جانوں پر کھیل کر اس کی حفاظت کریں گے۔ یہ دور بلاشبہ سیاست کا ہے۔ اور اسلام دین اور سیاست کو الگ نہیں سمجھتا۔ مگر جو سیاست اس زمانہ میں چل رہی ہے، اس کا یقیناً دین سے کوئی تعلق نہیں ———

——— اور جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے۔ چنگیزی کی صورت سامنے ہے، اس سیاست نے ایسے جذبات پیدا کئے کہ سینے اقتدار کی بھٹیاں بن کر رہ گئے۔ انا خیر منہ ابلیس کا دعویٰ تھا مگر اس الیکشنی سیاست کی بنیاد ہی اس دعویٰ پر ہے۔ اور اس دعوی ابلیس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جہانگیر کے سپہ سالار مہابت خان کو جب اس کو بغاوت کی سوجھی، جیل سے لکھا کہ مہابت خان ہم کو تخت واقتدار نہیں بلکہ اصلاح درکار ہے، اس مشورہ نے جہانگیر کو بھی گرویدہ کردیا اور ننگے پیر حضرت مجددؒ کے ہاں حاضری دینے لگا۔ اس جذبۂ اصلاح وخیر خواہی نے جہانگیر کو بدل دیا اور جب ان کے پند ونصائح سے متاثر ہوا تو شراب نوشی تک چھوڑ دی۔ علماء کبھی اقتدار کے طالب نہیں رہے۔ مگر حق بات کہنے میں بھی کبھی کوتاہی نہ کی بلکہ ؎

اور حق بات نہ تیغ کریں گے یہ جرم اگر ہے تو سر وار کریں گے

اصلاح کے جذبہ کی ضرورت ہے۔ اور جب آپ عملی زندگی میں قدم رکھیں تو قرآن وسنت کے ان سرچشموں کو گدلا نہ کیجئے، ہر حال میں کلمۂ حق کہئے مگر ایک مخلص اور خیر خواہ کی حیثیت سے۔

آخر میں اتنا عرض کروں کہ تبلیغ آپ کا فریضہ، آپ کا مشن ہے۔ آپ ان عیسائی مشنریوں کو دیکھیے جن کا جال دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے بے سروسامانی سے مشن کا آغاز کیا۔ اس کا پہلا مشنری جو ۱۷۹۳ء میں کلکتہ آیا، ایک موچی کا لڑکا تھا، اس نے تجویز پیش کی کہ چار دانگ عالم میں عیسائیت کا پرچار کیا جائے۔ وہ ہر گلی کوچہ گیا ہر گرجہ میں چندے کے لئے ہاتھ پھیلائے کہ ہندوستان روانہ ہوسکے

اس تمام محنت کے بعد اسے کل ساڑھے تیرہ شلنگ چندہ ملا۔ حالانکہ اس وقت اس سفر کے لئے اسے کم ازکم ۵۰ پونڈ کی ضرورت تھی۔ اس نے جہاز والوں کو منت سماجت کر کے راضی کیا اور کہا کہ میں تمہاری ہر قسم کی خدمت کروں گا، جوتے صاف کروں گا مگر مجھے ہندوستان لے چلو ——— چنانچہ اس نے یہاں آکر عیسائی مشنری کا پودا لگایا جو آج ایک مضبوط درخت بن چکا ہے۔ اور اس کے کانٹے برابر ملت مسلمہ کے دامن کو تار تار کر رہے ہیں ——— اپنے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی مثال سامنے رکھئے جن حالات میں انہوں نے دارالعلوم کا آغاز کیا ہوگا، میرا اندازہ ہے کہ اس وقت کچھ بھی ان کے پاس نہ ہوگا نہایت بے سروسامانی میں ارادہ کیا ہوگا۔ مگر نیک نیتی، اخلاص اور جدوجہد زادِ راہ تھا تو آج اس عظیم ادارہ کی شکل میں دارالعلوم موجود ہے۔ لاکھوں روپے لگ گئے اور انشاء اللہ آئندہ کروڑوں خرچ ہوں گے۔ اگر آپ لوگ دین کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے نیک نیتی سے کام شروع کریں گے تو خدا کی مدد یقیناً ساتھ ہوگی۔ وہ کبھی بھی اپنے بندوں کو زادِ راہ سے مایوس نہیں کریں گے۔ مولانا محمد علی جوہر نے کیا خوب کہا کہ مشکلات اور بے سروسامانی سے نہ گھبراؤ۔ تم نے نہیں دیکھا۔ کہ راستہ پر چلنے والے کو حدِ نظر سے آگے سڑک ختم ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے۔ کہ ایک خاص حد سے آگے سڑک بند ہے، مگر جب آدمی چلتا ہے تو محدود راستہ کھلتا نظر آتا ہے ———

——— بڑھتے چلو خدا کا نام لیکر آگے بڑھتے چلو ——— ۔

اظہار تعزیت سرگودھا کے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم و مغفور کے سانحہ وفات کو دارالعلوم میں شدت سے محسوس کیا گیا۔ حضرت مرحوم کے رفع درجات کیلئے دارالعلوم میں دعائیں کی گئیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے حضرت مرحوم کے صاحبزادگان اور متعلقین نیز جمعیۃ العلماء اسلام سے اظہار تعزیت کیا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ کیچڑ تھا۔ بڑی احتیاط کے باوجود ناخن بھر کیچڑ آپ کے لباس پر گر پڑا۔ آپ سیدھے دریائے دجلہ پر تشریف لے گئے اور وہاں بیٹھ کر اپنا لبادہ دھو ڈالا۔ دیکھنے والوں نے سوال کیا، یا حضرت یہ کیا بات ہے۔ آپ نے خود فتویٰ دے رکھا ہے کہ کپڑے پر کسی حد تک نجاست پڑ جانے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا لیکن آپ کے لباس پر ایک ناخن برابر کیچڑ گرا۔ اور آپ نے اپنا جامہ دھو ڈالا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ بھائی وہ میرا فتویٰ ہے اور یہ میرا تقویٰ۔